ساتویں اور آخری قسط

عربی زبان تاریخ کے تناظر میں

مولانا عمید الزماں قاسمی کیرانوی

لسان العرب: اس معجم کے مؤلف ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی المصری الانصاری الخزرجی الرویفعی (۶۳۰-۷۱۱ھ/۱۲۳۲-۱۳۱۱ء) ہیں وہ عام طور پر ابن منظور کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ حضرت رویفع ابن ثابت صحابیؓ کے خاندان سے تھے۔ وہ مصر کے بڑے معزز اور علم دوست گھرانے کے چشم وچراغ، جلیل القدر ادیب اور ماہر لغت عربی تھے۔ ۲۲ محرم ۶۳۰ھ کو قاہرہ میں ان کی پیدائش ہوئی تھی۔

ابن المقیر، مرتضیٰ بن حاتم، یوسف بن المخیلی، عبدالرحمٰن بن الطفیل وغیرہ سے حدیث سنی اور مصر ودمشق میں روایت کی نیز السبکی، الذہبی اور برزالی نے بھی ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔ نحو ولغت کے امام اور تاریخ وغیرہ کے جید عالم تھے، کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے لیکن ان کے اشعار بہت زیادہ اچھے اور معیاری نہیں ہوتے تھے۔ البتہ ان کا ایک لمبا قصیدہ اس سے مستثنیٰ ہے جس میں سلاست وروانی اور حسن لفظ ومعنی دونوں موجود ہیں۔ المعاجم اللغویۃ میں اس قصیدہ کے کچھ اشعار نمونہ کے طور پر دیئے گئے ہیں نکت الھمیان اور فوات الوفیات میں ان کے اشعار کے نمونے درج ہیں اور زود نویس ہونے کے باوجود ان کی تحریر خوب صورت اور دلکش ہوتی تھی۔ ان کے بیٹے قاضی قطب الدین نے الصفدی سے کہا کہ ابن منظور نے پانچ سو کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی چھوڑیں۔ ابن منظور نے تدریس کی خدمت بھی انجام دی۔ ان کے متعدد شاگردوں کو علمی دنیا میں امتیازی مقام حاصل ہوا۔ انھوں نے ادب کی بہت سی مطول کتابوں کی انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ تلخیص کی۔ ان کی زبان میں بڑی شگفتگی اور عبارت میں سلاست وروانی ہے۔ الصفدی کا قول ہے کہ کتب ادب میں مجھے کوئی ایسی کتاب معلوم نہیں جس کا اختصار ابن منظور نے نہ کر دیا ہو۔

اس صورت حال کے پیش نظر ابن منظور نے مذکورہ معاجم کے ذخیرۂ علم کو حسن ترتیب اور مفصل تشریحات کے ساتھ اس طرح پیش کیا کہ ہر معجم کی خوبی اور عمدگی لسان العرب میں سمو دی گئی۔ اس معجم کو الجوہری کی الصحاح کے طریقہ پر الفاظ کے آخری حروف کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ الفاظ کی تشریح وتوضیح کے ضمن میں ابن منظور نے قرآن مجید کی آیات، احادیث نبوی، آثار صحابہ، خطبات، محاورات اور امثال واشعار سے استشہاد کیا ہے۔ کم وبیش سترہ سو عرب شعراء کے نام اور چالیس ہزار اشعار ''لسان العرب'' میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ قدیم شعراء کے ایسے اشعار بھی مذکور ہیں جو ان کے دواوین یا دوسرے مصادر میں نہیں ملتے، لہٰذا لسان العرب عربی زبان کی سب سے

بڑی لغت ہی نہیں بلکہ قدیم اشعار کا ایک اہم اور نادر مجموعہ بھی ہے۔ الفاظ کی تشریحات ومعانی کی مناسبت سے صرف ونحو اور فقہ وادب کے علاوہ دیگر بہت سی نادر اور مفید معلومات بھی لسان العرب میں ملتی ہیں، جو قدیم مصادر سے ماخوذ ہیں۔ ابن منظور نے معرب الفاظ کے فارسی، سریانی، ترکی، رومی وغیرہ مآخذ کا ذکر بھی کیا ہے۔ مذکورہ بالا تفصیلات اور دیگر امور کو پیشِ نظر رکھ کر غور کیا جائے تو لسان العرب کی مندرجہ ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں:

❶ سہولت ترتیب ❷ وسعت مواد ❸ بڑی تعداد میں شعراء اور اشعار کی شمولیت ❹ اکثر وبیشتر سے استدلال ❺ الفاظ کی تشریح وتوضیح میں قرآن وحدیث اور ثقہ شعراء عرب کے کلام سے استدلال ❻ آیات قرآنی کی قراءتوں کی توجیہ ❼ نوادر واخبار کا بکثرت ذکر ❽ صرف ونحو اور فقہ وادب کی نادر ومفید معلومات کی یکجائی۔

القاموس المحیط: اس کے مؤلف مجد الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب بن ابراہیم الفیروز آبادی ہیں۔ ربیع الثانی یا جمادی الآخر ۷۲۹ھ/فروری یا اپریل ۱۳۲۹ء میں شیراز کے قریب کارزین میں پیدا ہوئے۔ بچپن یہیں گذرا۔ مبداء فیض نے غضب کا حافظہ عطا کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سات سال کی عمر میں انھوں نے قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔ القاموس المحیط میں جن امور کا التزام کیا گیا ہے ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں: فعل معتل واوی کو معتل یائی سے الگ کرکے بیان کیا گیا ہے مثلاً اتو (سیدھا چلنے کے معنی میں) اور اتی (آنے کے معنی میں) کو دو الگ الگ مادوں میں دیکھا جائے گا جن میں سے ایک واوی ہے اور دوسرا یائی۔ معتل العین اسم فاعل کی جو جمع فَعَلة (بفتح الفاء والعین) کے وزن پر ہو جیسے ''وھی بِھَاءِ'' کہنے پر اکتفا کیا گیا، لیکن کبھی کبھی صیغۂ مؤنث کا ذکر صراحۃً بھی کیا گیا ہے جیسے ثعلب کی مؤنث ثعلبة۔ مصدر کا ذکر جب مطلقاً ہو یا فعل کا ذکر ہو، لیکن اس کا مضارع مذکور نہ ہو تو یہ فعل باب نصر سے ہوگا اور اگر اس کے مضارع کا ذکر ہو اور عین کلمہ کی حرکت کی وضاحت نہ ہو تو یہ فعل باب ضرب سے ہوگا وغیرہ...... اسماء میں ضبط اعراب کے لیے حرکات سے ان کی تجرید اس صورت میں کی گئی ہے جب کہ وہ مفتوح الفاء اور ساکن العین ہوں۔ مُحرَّکة اس وقت کہا گیا ہے جب اسم کا عین کلمہ مفتوح ہو اور اس کا مفتوح العین ہونا مشہور ہو۔ عمومی طور پر ضبط حرکات میں دو طریقے اختیار کیے گئے ہیں یا تو جس لفظ کا ضبط حرکات مقصود ہوتا ہے اس کا ہم وزن کلمہ لکھ دیا جاتا ہے، جس سے بلا احتمال خطا، تحدید حرکات ہوجاتی ہے اور اسی پر زیادہ تر عمل ہے، اس کے علاوہ حرکات کی وضاحت وصراحت کے ذریعہ بھی یہ کام لیا گیا ہے۔ بعض امور کی طرف اشارہ کے لیے کچھ رموز کا استعمال کیا گیا ہے مثلاً معروف کے لیے (م) موضع کے لیے (ع) جمع کے لیے (ج) قریہ کے لیے (ۃ) بلد کے لیے (د) جمع الجمع کے لیے (جج) اور بخاری کے لیے (خ)۔ مذکورہ التزامات کے علاوہ القاموس کی خصوصیات کے ضمن میں مندرجہ ذیل امور بھی قابل لحاظ ہیں: مواد کی ترتیب میں دقت نظر سے کام لیا گیا ہے۔ ہر مادہ کی تسلسل کے ساتھ تشریح کی گئی ہے جس سے تکرار اور پراگندہ خیالی کا ازالہ ہوگیا ہے۔ اس ترتیب کی ایک قابل ذکر چیز یہ بھی ہے

کہ اعلام کا ذکر عام طور پر تشریح معانی کے بعد آخر میں کیا گیا ہے۔

تاج العروس: اس معجم تشریحی کے مؤلف محب الدین ابوالفیض السید محمد مرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی ہیں۔ ۱۱۴۵ھ میں یمن کے ایک شہر زبید میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں علامہ فیروزآبادی نے اپنی زندگی کا آخری حصہ گزارا تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم وہیں پر ہوئی انھوں نے اپنے وطن کے شیوخ سے تحصیل علم کیا۔ پھر مزید علم کے حصول کی جستجو میں گہوارۂ علم ومعرفت اور مرکز شیوخ وعلماء، مصر کا قصد کیا اور صفر ۱۱۶۷ھ میں وارد قاہرہ ہوئے۔ وہاں کے چیدہ علماء سے انھوں نے کسب فیض کیا۔ عربی زبان وادب سے ان کو بہت زیادہ دلچسپی تھی، یہی ان کے خصوصی مطالعہ وتحقیق کا موضوع رہا۔ زبان سے متعلق مباحثوں میں حصہ لیا۔ انھوں نے وہاں پر درس حدیث بھی دیا۔ ان کے درس نے حدیث کے مطالعہ میں نئی دلچسپی پیدا کردی۔ ان کی شہرت کا ستارہ عروج پر پہنچ گیا۔ مصر کے دیہات میں بھی ان کی بڑی عزت وتوقیر تھی۔ انھوں نے قاہرہ ہی میں شعبان ۱۲۰۵ھ میں بعارضۂ طاعون وفات پائی۔ علامہ فیروزآبادی نے القاموس المحیط میں جن شواہد کو ترک کردیا تھا صاحب تاج العروس نے دوسری لغات ومعاجم سے تلاش وانتخاب کرکے ان کو اپنی اس تشریحی معجم میں شامل کیا۔ اسی طرح صاحب متن نے جن لغویین سے نقل روایت کی ان کے ناموں کو بھی ان کے مآخذ کے حوالہ کے ساتھ بیان کیا۔ جو مادے یا بعض ضروری مشتقات متن میں رہ گئے تھے۔ ''ومما یستدرك علیه'' یا ''والمستدرك'' کے تحت ان کا بھی ذکر کیا۔ ایسے ہی جو بعض اہم اعلام واماکن چھوٹ گئے تھے ان پر بھی متنبہ کیا۔ تاج العروس میں مجازی معانی کے ذکر کا بہت زیادہ اہتمام کیا گیا ہے جس سے نہ صرف القاموس المحیط کی ایک کمی کا ازالہ ہوا ہے بلکہ بعض دوسری معاجم کے مقابلہ میں بھی تاج کا یہ ایک امتیازی پہلو ہے۔ اس معجم کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اس میں لهجات عامية بالخصوص مصری لهجة عامية کے الفاظ کی بھی صراحت کی گئی ہے۔ تاج العروس کا مقدمہ انتہائی قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔ اس میں دس مقاصد کے تحت جو مباحث حیطۂ تحریر میں آئے ہیں وہ کسی بھی محقق کے لیے لغت سے متعلق خزینۂ بحث وتحقیق کی کنجی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اساس البلاغة: اس کے مؤلف مشہور ایرانی الاصل، عالم تفسیر، فقہ، کلام ولسانیات ابوالقاسم محمود بن عمر بن احمد الزمخشری ہیں۔ وہ ۲۷ رجب ۴۶۷ھ/ ۸ مارچ ۱۰۷۵ء میں خوارزم میں پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے طالب علم کی حیثیت سے مختلف مقامات کا سفر کیا اور یوم عرفہ ۹ ذی الحجہ ۵۳۸ھ/ ۱۴ جون ۱۱۴۴ء کو خوارزم کے شہر جرجانیہ میں وفات پائی۔

دوسرے اصحاب معاجم نے عام طور پر جن پہلوؤں پر خصوصی توجہ دی، علامہ الزمخشری نے ان سے ہٹ کر ایک نئے پہلو کو اپنا مرکز توجہ بنایا۔ انھوں نے حقیقی معانی کو مجازی سے ممتاز وجدا کیا ہے۔ یہ وہ پہلو ہے جس پر دوسرے کسی

بھی لغوی نے کما حقہ توجہ نہیں دی۔ قرآن کے گہرے مطالعہ کے بعد انھوں نے اپنی تفسیر میں ایجاز و بلاغت کی خصوصیت کونمایاں کرنے کا جواہتمام کیا ہے غالبًا اساس البلاغۃ میں ان کی مذکورہ خصوصی توجہ کا یہی سبب ہے۔

اساس البلاغۃ کی خصوصیات کے ذیل میں کہا جا سکتا ہے کہ اس میں کلمات کی تشریح میں اختصار کے ساتھ انتہائی باریک بینی سے کام لیا گیا ہے۔ الفاظ کے حقیقی معنی پہلے اور مجازی معنی بعد میں بیان کیے گئے ہیں۔ تشریح کے سلسلہ میں عمدہ اسالیب اور نئی نئی عبارتوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ معجم میں جا بجا مجاز کے لیے مختلف تعبیریں استعمال کی گئی ہیں مثلاً جب ''ومن المجاز'' یا ''ومن المستعار'' یا ''ومن الکنایۃ'' کی تعبیرات استعمال کی جاتی ہیں تو مقصد مجاز کی قسم بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ متعلقہ لفظ جس معنی کے لیے وضع ہوا ہے اس کے علاوہ بھی اس کا استعمال ہے، جیسے مؤلف کہتے ہیں: ومن المجاز: بنی علی اهله: دخل علیها یہ بنی میں استعارہ تبعیہ ہے، لیکن انھوں نے ومن المجاز کہہ کر عمومیت کے ساتھ ہی تعبیر پر اکتفا کیا۔ الفاظ کی تشریح میں عام طور پر دوسروں کی عبارتوں کا سہارا نہیں لیا گیا ہے بلکہ مؤلف علام نے زیادہ سے زیادہ اپنی عبارتیں استعمال کرنے کا اہتمام کیا۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جس کی بنا پر پوری معجم پر ان کی شخصیت چھائی ہوئی لگتی ہے۔

مختار الصحاح: یہ لغت معمولی اضافوں کے ساتھ الجوہری کی الصحاح کے اختصار سے عبارت ہے۔ اس کے مؤلف محمد بن ابوبکر بن عبد القادر الرازی ہیں۔ وہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''میں نے اس مختصر میں صرف ان الفاظ و مواد پر اکتفا کیا ہے جو کثیر الاستعمال اور زبانوں پر جاری وساری ہیں اور جن کا جاننا ہر عالم فقیہ ومحدث و ادیب کے لیے ضروری ہے پھر الاہم فالاہم کی بھی رعایت کی گئی ہیں، جن میں اہمیت کے اعتبار سے قرآن وحدیث کے الفاظ کو اولیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ اختصار وتسہیل کی غرض سے اس میں مشکل وغریب الفاظ کی بھرتی سے بھی گریز کیا گیا ہے۔ الازہری کی التہذیب اور دوسری معتبر معاجم سے بہت سے فوائد کا اضافہ کیا گیا ہے اور کچھ فوائد بتوفیق ایزدی خود میرے انشراح صدر کا بھی نتیجہ ہیں''۔ مختار الصحاح پر نظر ڈالنے سے حسب ذیل امور سامنے آتے ہیں: —شرح الفاظ میں صرف ان کے غموض وابہام کے ازالہ کے لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ —ان شواہد سے تجرید کی گئی ہے جن سے دوسری معاجم بھری پڑی ہیں۔ اعلام بھی حذف کیے گئے ہیں۔ —صرف الجوہری کی الصحاح پر اکتفا نہ کرتے ہوئے التہذیب وغیرہ سے بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ قلت کے بعد آنے والی عبارت اسی طرح کا اضافہ ہے۔ —بعض ایسے مصادر (جن کے افعال مذکور تھے) اور افعال (جن کے مصادر مذکور تھے) کا بھی اضافہ کیا ہے جن کو الجوہری نے ترک کر دیا تھا۔ —ضبط حرکاتِ اسماء کا اہتمام کیا گیا ہے۔ کہیں حرکات کی وضاحت کی گئی ہے اور کہیں ہم وزن کلمہ کے ذکر سے یہ کام لیا گیا ہے تاکہ تصحیف وتحریف سے بچا جا سکے۔ —افعال و اسماء سے متعلق بعض انتہائی قیمتی قواعد وضوابط بیان کیے گئے ہیں۔

اس معجم پر جن چیزوں کو لے کر تنقید کی گئی ہے ان میں ایک تو یہ ہے کہ اختصار کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ہو گیا ہے

ر تشریح میں تشنگی کی وجہ سے کسی تحقیق پسند مبتدی کو بھی بسا اوقات دوسری معاجم کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ مؤلف نے کچھ ایسے الفاظ بھی شامل کر لیے ہیں جو تصحیف کے سلسلہ میں نقد کا موضوع بن چکے ہیں اور بعض کو غلط قرار دیا جا چکا ہے۔ ایسے الفاظ کو نقد کے ساتھ ذکر کرنے کی ضرورت تھی۔ شواہد کے حذف کیے جانے کی وجہ سے جو زبان کا مُعَوَّل لیہ اور مدار ہیں کتاب کی معجمی حیثیت قدرے بے وزن ہوگئی ہے۔ لیکن بہرحال چونکہ مؤلف کے پیش نظر زیادہ مبتدئین کی ضرورت تھی اس لیے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ الصحاح کی نیس بھی قافیہ ہی کی ترتیب کے ساتھ تیار کی گئی تھی لیکن چونکہ بعد میں اس کو حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق کر لیا گیا ہے اس لیے اس کو اسی دبستان سے وابستہ کیا گیا ہے۔

مصباح المنیر: اس کے مؤلف شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن علی الفیومی ثم الحموی متوفی ۷۷۰ھ/ ۱۳۶۸ء ں۔ وہ فیوم میں ہی پلے بڑھے، عربی اور فقہ میں مہارت حاصل کی۔ شاہ مؤید اسماعیل نے جب جامع الدهشة بنائی تو ان کو اس کا خطیب مقرر کیا۔ اس منصب پر فائز رہنے کے ساتھ وہ مطالعہ و تالیف کو مستقل طور پر اپنا مشغلہ بنائے رہے۔ نھوں نے بہت سی کتابیں تالیف کیں جیسے دیوان الخطب، شرح عروض ابن الحاجب اور نثر الجمان فی راجم الاعیان وغیرہ جن میں ان کی زیر تذکرہ معجم المصباح المنیر خاص اہمیت کی حامل ہے۔ شیخ فیومی نے اپنی س معجم میں مطول و مختصر ستر تصنیفات کو مراجع و مآخذ کے طور پر پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس مختصر معجم کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حدیث نبوی سے بکثرت استشہاد کیا گیا ہے اور عام لغوی معانی کے ساتھ فقہی معانی کی ضاحت کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ مؤلف نے مبتدئین اور طلبۂ علم کی سہولت کے پیشِ نظر نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ الفاظ کی تشریح اختصار سے کرنے کے ساتھ اعلام اور الفاظ سے متعلق واقعات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ شواہد کو بھی ام طور پر حذف کیا گیا ہے، لیکن جب ان کا ذکر ہوتا ہے تو ان کا انتساب بھی کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی مؤلف اپنے مآخذ کی ضاحت بھی کرتے ہیں مثلاً مادہ حبر میں: فقيل كعب الحبر حكاه الازهرى عن الفراء۔ ضبط الفاظ پر توجہ دی گئی ہے اور اس کے لیے اسماء میں مشہور ہم وزن کلمات کے ذکر کا طریقہ اپنایا گیا ہے، افعال میں مثال کے ساتھ مصدر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نہایت اختصار کے ساتھ صرفی و اشتقاقی پہلوؤں کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ اس معجم کا سب سے زیادہ قابل تنقید پہلو اس کا حد سے زیادہ اختصار ہے۔ نیز چونکہ اس میں عمدہ شعر، قرآن وسنت کی شاندار نثر اور مثال وحکم کا ذکر نہیں ہے جو زبان کے سرچشمے ہیں اس لیے یہ معجم لغت کے اس اہم پہلو سے محروم سی نظر آتی ہے۔ بہرحال اس کے باوجود یہ ایک بیش قیمت تحقیقی معجم ہے۔ ایک طالب علم محقق اس کو حاصل کر لینے کے بعد دوسری معاجم سے مستغنی تو نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی کچھ خصوصیات کے پیش نظر اس کا رکھنا انتہائی نفع بخش و مفید ہے۔

ورِ جدید کی قوامیس: ترکی عہد کے خاتمہ کے بعد عربی لغت نویسی پر ایک طرح کے زوال اور جمود کا سا دور گذرا۔ یہ شاخسانہ تھا سامراج کی اس حکمت عملی کا جس کا مقصد اپنی زبان کی تعلیم اور ترویج و اشاعت کے ذریعہ زیر استعمار

اقوام کے لوگوں کو اپنے رنگ میں رنگنا اور عربی زبان سے دوری پیدا کرنا تھا۔ پھر انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں چند عصری قوامیس ومعاجم کی تالیف عمل میں آئی، اس میں یسوعی فرقہ سے تعلق رکھنے والے بعض عیسائی عرب ادیبوں اور ماہرین لغت نے اہم حصہ لیا اور زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں سے ہم آہنگی کا خیال رکھتے ہوئے المنجد جیسی مقبول عام معاجم مرتب کیں، یہ اور بات ہے کہ ان کی اس سرگرمی کے پیچھے ان کے اپنے کچھ خاص دینی مقاصد بھی کارفرما تھے۔ تاہم اپنے عمومی فائدہ کے اعتبار سے ان کی یہ کاوشیں قابل ستائش ہیں۔

نئے دور کی ان معاجم میں جو خاص طور پر قابل ذکر ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

محیط المحیط: اس کے مؤلف بطرس بن بولس بن عبداللہ البستانی (۱۸۱۹ـ۱۸۸۳) ہیں۔ ان کی پیدائش لبنان میں ہوئی۔ مدرسہ عین ورقہ میں تعلیم پائی۔ عربی زبان میں توراۃ کے ترجمہ میں حصہ لیا۔ دائرۃ المعارف کے ابتدائی چھ اجزا بھی ان کی علمی یادگاروں میں شامل ہیں۔ ان کو المعلم کے لقب سے جانا جاتا تھا۔

اقرب الموارد في فصيح العربية والشوارد: اس کے مؤلف شیخ سعید الشرتونی ہیں۔ ۱۸۴۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔ وہ لبنان کے ایک جانے مانے ادیب ہی نہیں بلکہ اپنے دور میں عربی زبان کے ائمہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ المنجد: اس کے مؤلف (الأب) لویس معلوف الیسوعی (۱۸۶۷ـ۱۹۴۶ء) ہیں۔ اس معجم کی تالیف ۱۹۰۸ء میں مکمل ہوئی۔ مؤلف موصوف لبنان میں پیدا ہوئے، بیروت اور یوروپ میں تعلیم حاصل کی۔ وہ عربی زبان کے نامور علماء میں سے تھے۔ انھوں نے تیس سال تک ''بشیر'' نامی پرچہ کی ترتیب وتحریر کے فرائض بھی انجام دیئے۔

المعجم الوسیط: ۱۹۳۲ء میں مصر میں مجمع اللغة العربية کے قیام کے بعد عربی لغت نویسی کے میدان میں ایک نئی بیداری وسرگرمی کا دور شروع ہوا۔ اس عربی لسانی تحقیقاتی اکیڈمی کے فرائض میں عربی زبان کی ایک تاریخی معجم تیار کرنا طے پایا۔ المعجم الوسیط اسی اکیڈمی کے معجمی پروگرام کا ایک حصہ ہے۔ اس عظیم معجم کی تالیف کا کام عربی زبان وادب کے نامور اساطین کی ایک ٹیم نے انجام دیا جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں: الاستاد ابراهيم مصطفى — الاستاذ احمد حسن الزيات — الاستاذ حامد عبدالقادر — الاستاذ محمدعلى النجار۔ المعجم الوسیط کے دوسرے ایڈیشن (جس کی اشاعت ۱۹۷۲ء میں ہوئی) کی مراجعت کا کام حسب ذیل ماہرین لغت نے انجام دیا: الدكتور ابراهيم انيس — الدكتور عبدالحليم منتصر — الاستاذ عطيه الصوالمى — الاستاذ محمد خلف الله احمد۔ یہ سب ہی معاجم تیسرے دبستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی ان سب ہی میں الفاظ کے حروف اصلیہ میں سے حرف اول کو باب بنایا گیا ہے اور حروف تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس ترتیب میں حرف اول کے بعد آنے والے حروف کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ ان سب معاجم میں مبتدئین کی آسانی کا زیادہ سے زیادہ لحاظ کیا گیا ہے۔ ☆☆☆